رفاہ عام

از

(جناب مولوی محمد انظر شاہ صاحب استاذ دار العلوم دیوبند)

(۳)

شام کی وہ عشری زمینیں جن کا کوئی دعوے دار نہیں تھا جب مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں تو مسلمانوں نے ان کو

"قابل کاشت بنایا وہ بنجر تھیں" فتوح البلدان صـ ۲۶۲/۱

ان چند مثالوں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مسلمانوں نے زمینوں کو قابلِ کاشت بنانے میں غیر معمولی جدوجہد سے کام لیا بلکہ اس مقصد کے لئے وہ تالیفِ قلب سے بھی کام لیتے تھے چناں چہ ہارون الرشید کے زمانہ میں جب فلسطین میں طاعون پھیلا اور اس میں مبتلا ہو کر بستیاں اجڑ گئیں اور زمینیں بے کار ہو گئیں تو رشید نے ان زمینوں کو آباد کرنے کے لئے ایک والی کو بھیجا اس نے

"تمام زمینیں آباد رکھیں اور کسانوں اور زمینداروں کی تالیفِ قلب کی" (ایضاً صـ ۲۵۹)

اسلام کو افتادہ آراضی کے قابلِ کاشت بنانے میں جو اہتمام ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس سلسلہ میں ترغیب کے لئے یہ حکم شرعی بھی پیش کر دیا

"جو شخص بے کار زمین کو باذنِ امام یا بلا اذن آباد کرے اس کا مالک سمجھا جاتا ہے"

(احکام السلطانیہ صـ ۲۸۲)

ظاہر ہے کہ افتادہ اور موات زمینوں کے متعلق اس فیصلہ کا نتیجہ یہی نکل سکتا ہے کہ عام لوگوں میں زمینوں کو کاشت کے قابل بنانے کا جذبہ و خواہش زیادہ سے زیادہ پیدا ہو اور اس طرح ملک کی ثروت و دولت بڑھ کر وہاں کے عوام کی خوشحالی اور فارغ البالی کا موجب بنے۔ مسلمانوں نے عوام کو آسودہ حال بنانے کی جو تدابیر اختیار کیں تھیں وہ اپنے نتائج کے اعتبار سے کس قدر خوش کن ہیں

بنجر زمینوں کے متعلق اگر اس قسم کے احکام آج بھی نافذ کر دیئے جائیں تو افتادہ زمینوں کے ذریعہ سے، پیداوار میں غیر معمولی اضافہ کے ساتھ، خوراک کے لاینحل مسائل کے حل کرنے میں کس قدر مدد مل سکتی ہے۔

آب رسانی — اسی طرح مسلمانوں نے قریوں، شہروں اور انسانی آبادیوں میں آب رسانی کے سینکڑوں ذرائع پیدا کئے۔ انسانوں کی جن بستیوں میں پانی کھینچنے کے خاطر خواہ انتظامات نہیں تھے اور اس وجہ سے وہ نہ صرف پیاس اور تشنگی کی تکالیف میں مبتلا تھے بلکہ تمام ضروریاتِ زندگی جن میں پانی کی ضرورت سب سے زیادہ ہے۔ ان میں پانی کے مہیا نہ ہونے کی وجہ سے شدید پریشان تھے، مسلمانوں نے اس طرف توجہ کی اور اپنا مال ومتاع اور ذرائع ووسائل استعمال کر کے ایسی تمام دور افتادہ جگہوں میں پانی بہ سہولت پہنچا دیا چنانچہ علی بن عیسیٰ جس کے رفاہیتِ عامہ سے دلچسپی کے تذکرے آپ پہلے بھی سن چکے ہیں۔ اس کو جب معلوم ہوا کہ مکہ میں پانی کی شدید قلت ہے تو اس نے

"اپنی طرف سے سینکڑوں اونٹ، خچر اور گدھے خریدے جو جدہ سے روزانہ پانی لاتے تھے"

تاریخ امت ص ۸۰

موجودہ وقت میں جب جدہ سے مکہ تک کے راستے محفوظ و مامون کر دیئے گئے اور تمدنی دور کی آرام دہ ذرائع نقل وحمل وہاں موجود ہیں تو غالباً ان تمام سہولتوں میں علی بن عیسیٰ کے یہ کارنامے زیادہ اہم نظر نہ آئیں، مگر آج سے صدیوں پہلے جب غیر محفوظ راستوں میں سفر کرنا ہوتا تھا اور حمل ونقل کے تمام تر کام، گدھوں اور خچروں وغیرہ سے لئے جاتے روز کے روز پانی ضرورت کے موافق مکہ میں پہنچا دینا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ بہرحال مسلمانوں کی یہی بلند حوصلگی تھی جس کی بنیاد پر دیانت پسند، انسانوں کی تاریخ اس کو ہمیشہ یاد رکھیگی اور تاریخ کے اوراق ان کے زندہ تمدنی کارناموں سے جگمگاتے رہیں گے، دمشق کے وسط شہر میں المیزاب کی گھاٹی کے نیچے۔ بردا ندی بہتی ہے۔ مسلمانوں نے اس پہ پل باندھا جس کے نتیجہ میں غوطہ کے

"سارے مکانات، حمام اور گلی کوچوں میں اسی کا پانی لیا جاتا ہے" (اصطخری ص۶۰)

ظاہر ہے کہ اس وسیع و عریض نہر پر پل اسی وجہ سے باندھا گیا تھا تاکہ غوطہ اور اس کے قرب و جوار میں آب رسانی کی صورتیں نکل آئیں اسی دمشق[۱] کے متعلق، اس کی خوشحالی، شادابی اور علاقہ کی زرخیزی کے متعلق تفصیل سے کام لیتے ہوئے مورخ نے رفاہیت عامہ کے ان امور کی جو فہرست دی ہے جو مسلمانوں نے وہاں پر کی، اسی فہرست میں یہ بھی لکھا ہے

"دمشق میں آب رسانی کا بے مثل انتظام کیا ہے اور عام حوض اور نلوں کی کثرت ہے"

(یاقوت دوم ص۵۸۸)

زمین دوز نالیاں آب رسانی کے خاطر مسلمانوں نے زمین دوز اور مسقف نالیوں سے بھی کام لیا اور اس طرح پانی کے سلسلہ میں آبادیوں کی ضرورت پوری کی۔ حلب کا ایک موضع حیلان اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہاں ایک بڑا چشمہ بہتا ہے جو بہکر حلب تک پہنچ جاتا ہے پھر

"زمین دوز نالیوں کے ذریعہ اس کا پانی شہر میں لاتے ہیں اور تقسیم کر کے جامع مسجد اور شہر کے دوسرے محلوں میں بھی اسے پہنچا دیا ہے۔ (بلاد فلسطین و شام ص۵۶۸)

خان السلطان، دمشق کے جنوب میں قافلوں کے لئے بطور منزل گاہ کے سلطان صلاح الدین ایوبی کا بنایا ہوا ہے، اسی خان میں آب رواں موجود ہے۔ جس کو اندر ہی اندر ایک خزانہ تک پہنچایا گیا ہے۔ اس کے اندر دروازیں بھی ہیں جن سے پانی نکل کر ایک چھوٹی سی نہر میں پہنچ جاتا ہے اور "وہاں سے نالیوں کے ذریعہ زمین تک پہونچایا جاتا ہے"۔ (ابن جبیر ص۲۶۱)

---

[۱] دمشق جسے دمشق کہتے ہیں شام کا صدر مقام اور کرۂ ارض کا ایک حسین باغ ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ دمشقوا بتائی جاتی ہے۔ یعنی شہر کے بنانے والوں نے شہر کے بنانے میں بہت جلدی کی۔ دمشق کی بنا رسام بن نوح کے پوتے قانی کے بیٹے دمشق یا ایک روایت کے مطابق بیوتا سف نے ڈالی تھی۔ مسلمانوں نے ۱۴ھ ماہ رجب میں اس کو فتح کیا اور حضرت خالد و ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما اس کو فتح کرنے والے ہیں۔ اس جاذبِ نظر باغ عالم کی آرائش و خوبصورتی کے لئے مسلمانوں نے جو کوششیں کیں، تاریخ کے صفحات ان کے ذکر سے بھرے پڑے ہیں۔ اگر صرف مسلمانوں کے آثار عمارت و تعمیر کی حد تک اس شہر کے لکھے جائیں تو بلا مبالغہ ایک کتاب بن جائے

اسی طرح ابن حوقل، نیشاپور کے تذکرہ میں لکھتا ہے

"اس شہر میں پانی زیر زمین نالیوں کی راہ سے لایا گیا ہے یہ نالیاں باشندوں کے مکانوں کے نیچے نیچے بنائی گئی ہیں پھر شہر والوں کی ضرورت کو پوری کرکے نہر شہر سے باہر نکل جاتی ہے اور ان کشت زاروں اور باغوں میں گم ہو جاتی ہے جو شہر کے چاروں طرف پھیلے ہوتے ہیں

(بحوالہ ہزار سال پہلے ص۱۳۴)

یہ زیر زمین نالیاں ابن حوقل ہی کے بیان کے مطابق سَو سَو درجہ تک گہری تھیں اور ان کی حفاظت و نگرانی کے لئے حکومتوں کی طرف سے باقاعدہ عملے مقرر کئے گئے تھے۔ کچھ ٹھکانہ ہے مسلمانوں کی ان اولوالعزمیوں کا کہ انسانوں کو پانی کی سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے انھوں نے اپنے خزانوں کے منھ کھول دیئے اور بے دریغ روپیہ لٹا دیا۔ خراسان کے مشہور شہر مرو کے متعلق ابن حوقل نے تفصیل سے یہ بتاتے ہوئے کہ وہاں دریائے مرغاب سے نہریں کاٹ کر شہر میں آب رسانی کا انتظام کیا گیا تھا یہ بھی اطلاع دی ہے۔

"دس ہزار آدمی پانی کی سربراہی کے اس طریقہ پر کام کرتے ہیں اور ان کا افسر بالا مرتبہ میں گورنر شہر سے کم نہیں" بحوالہ ہزار سال پہلے ص۱۳۵

ابن حوقل کے ان مستند بیانات پر اعتماد نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ مسلمانوں نے رفاہیت عامہ کے لئے جس بلند حوصلگی سے کام لیا اور جس کے تذکروں سے ہماری اسلامی تاریخیں مزین ہیں۔ ان کو دیکھنے کے بعد ایسے بیانات پر ایک سکنڈ کے لئے بھی بے اعتمادی پیدا نہیں ہوتی بہرحال اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ رفاہِ خلق کے معاملہ میں ان کی بڑھتی ہوئی دلچسپیوں کا کیا عالم تھا۔ صرف ایک پانی ہی کے متعلق شعبہ میں دس ہزار آدمیوں کو مامور کر دیا گیا تھا۔ یہ عملہ اپنے کاروبار کی نوعیت سے کس درجہ اہم تھا اس کا اندازہ ابن حوقل کے اسی بیان سے ہو سکتا ہے کہ افسر بالا۔ اثر و رسوخ اور اعزاز و منصب میں شہر کے گورنر سے کم نہیں سمجھا جاتا تھا۔

کروڑوں روپے کا خرچ پانی کے ذخیروں کو عام کرنے اور عام انسانوں کی تکالیف اور دشواریوں کا

ازالہ کرنے کے لئے مسلمانوں نے جس وسعت و فراخ حوصلگی سے کام لیا اور زرعی اسکیموں میں پانی کے استعمال اور اس کی ضرورت پر جس قدر انھوں نے جدوجہد کی اس کی تفصیلات کو میں ختم کر رہا ہوں۔ رفاہِ خلق کا یہ وہ عظیم الشان شعبہ تھا جس کی تفصیلات، باوجود کوشش و خواہش کے مختصر نہ کی جا سکیں۔ اسی مضمون کے کسی حصہ میں وعدہ کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کے خزانوں اور ان کے اندوختہ سے، رفاہیتِ عامہ کے ان شعبوں پر جو کچھ خرچ ہوا اس کی تفصیل بھی پیش کی جائے گی، مگر افسوس کہ مورخین سب کچھ ذکر کرنے کے باوجود، کروڑہا کی رقم جو ان چیزوں پر خرچ ہو رہی تھی اس کی تفصیل بیان نہیں کرتے۔ میں نے چاہا کہ اس سلسلہ میں، کچھ معتبر معلومات حاصل ہو جائیں مگر میری کوشش زیادہ کامیاب نہ ہو سکی تاہم زرعی ترقیات اور آب پاشی پر، آب رسانی اور پانی کے ذخیروں کو عام کرنے پر مسلمانوں نے جو زرِ کثیر صرف کیا، اس کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ اس وقت اس قسم کی کوششوں پر جو کچھ اخراجات آ رہے ہیں ان کو سامنے رکھا جائے تاکہ مسلمانوں کی خرچ ہونے والی دولت کا کسی حد تک اندازہ ہو سکے، چناں چہ اس سلسلہ میں حسب ذیل اعداد و شمار پر غور کیجیے۔ اتر پردیش میں زرعی ترقیات و آب پاشی کے سلسلہ میں حکومت کا جو کچھ خرچ ہوا اس کی تفصیل بتلاتے ہوئے کہا گیا

"آگرہ، علی گڑھ، دہرہ دون، ایٹہ، مین پوری اور متھرا اضلاع میں ڈھائی سو میل لمبی نالیاں زیر تعمیر ہیں۔ جن کے مکمل ہو جانے پر مزید ۵۴۹۰۰ ایکڑ آراضی سیراب ہو سکے گی۔ اس تعمیری کام پر ۲۰،۲۵ لاکھ روپیہ کی رقم صرف ہوگی (مجلہ نیا دور ص ۶۳)

اور پھر انھیں اضلاع میں دوسرے پنج سالہ منصوبہ کے تحت انھیں نالیوں پر جو خرچ آئے گا اس کے متعلق بتایا گیا ہے

"...۱۲۶۲۵۰۰ روپیہ کی لاگت آئے گی۔ ایضاً

اب ایک دوسری ریاست مدھیہ پردیش کے متعلق ان اعداد و شمار کو بھی دیکھئے متعلقہ شعبہ کے وزیر نے بیان دیتے ہوئے کہا

"آب پاشی سے متعلقہ کام کے لئے ۱۳۵۵ لاکھ روپیہ خرچ کیے جائیں گے" (الجمعیۃ ۵۷ء)

صرف دو صوبوں کے اعداد و شمار پیش کئے گئے۔ مگر انھیں صوبوں کے محدود علاقوں میں آب پاشی کی اسکیموں پر لاکھوں اور کروروں کا خرچ آیا اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان حکمراں جو سلطنت کے وسیع اور طویل علاقوں میں رفاہیت عامہ کے تحت جو اس قسم کی کوششیں کر رہے تھے ان پر خرچ ہونے والے روپیہ کی تعداد کیا ہوگی۔ پیش کردہ معلومات کی روشنی میں مضمون نگار کا یہ دعویٰ کہ ان امور پر دو کرور روپیہ خرچ ہو رہے تھے، کیا غلط ہوگا۔ پھر لطف یہ ہے کہ ان مدہش اخراجات کو پورا کرنے کے لئے نہ عوام پر سینکڑوں قسم کے ٹیکس عائد تھے اور نہ جائز و ناجائز طور پر محاصل کا بارگراں ان کے سروں پر تھا۔ آج سینکڑوں قسم کے محاصل اور ہزار ہا ٹیکسوں کے باوجود جو عوام پر عائد ہیں اور جن سے حاصل ہونے والی بڑی بڑی رقمیں، حکومتوں کی خزانوں میں پہنچ رہے ہیں لیکن رفاہِ خلق کے کام اس نوعیت کے ساتھ کہیں بھی انجام نہیں دیئے جا رہے ہیں۔

لاکھوں مزدور | ان فلاحی اسکیموں سے ملک کے تمام ہی افراد کو بلا امتیاز مذہب و ملت جو فائدے پہنچ رہے تھے ان میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی تھا کہ لاکھوں مزدور، بے کار نہیں بلکہ باکار تھے۔ بے کاری بھی ایک ایسا جنجال ہے جو عوام و حکومت کے لئے بلاشبہ بلائے بے درماں ہے لیکن جن ممالک میں اس قسم کی ترقیاتی اسکیمیں زیر عمل ہیں وہاں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں کو کام ملتا ہے اور خود کمانے کے مواقع میسر آتے ہیں چنانچہ یوپی میں آب پاشی کی اسکیم سے مزدوروں کی جس بڑی تعداد کو کرنے کا کام میسر آئے گا اس کا اندازہ یہ تھا

"ایک لاکھ مزدوروں کو دو سو دن سالانہ کام کرنے کا موقع ملے گا۔" (الجمعیۃ ۵۷ء)

ظاہر ہے کہ دنیا کے طول و عرض میں جس قسم کے رفاہِ خلق سے متعلق کام مسلمانوں نے پھیلا رکھے تھے، اس سے کتنے لاکھ بے کاروں کو روزی حاصل کرنے کے مواقع مل رہے ہوں گے اور ملک میں بے کاری کی بڑھتی ہوئی تعداد سے معاشرہ میں پیدا شدہ اختلال کا نام و نشان بھی نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ اسلامی سلطنتوں میں اس قسم کی ابتری جس کا منشاء بے کاری ہو، نہیں پائی جاتی تھی۔

پن چکیاں پانی کو جن دوسرے مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا اس میں ایک یہ بھی تھا کہ پن چکیاں جابجا قائم کی گئیں جس کی وجہ سے عوام کو بڑی سہولتیں حاصل ہوگئیں چناں چہ ادریسی نے دمشق کے حالات میں لکھا ہے

"شہر کے اندر ندی پر بہت سی پن چکیاں ہیں جن میں نہایت عمدہ قسم کا آٹا پستا ہے" ص۱۲

ولایت اردن کا ایک قصبہ جرش اس کے متعلق یاقوت تفصیلی حالات بتاتا ہوا یہ بھی اطلاع دیتا ہے

"بیچ میں سے ایک ندی گذری ہے جس سے اب تک کئی پن چکیاں چلتی ہیں" ص۱۱

یہ وہی جرش ہے جس کا ذکر متنبی کے اشعار میں ملتا ہے، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں، عرب سپہ سالار شرجیل نے اس کو فتح کیا تھا۔ بہر حال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عام ضرورتوں کی چیزوں کو اپنے رفاہی جذبہ کے تحت مسلمان اس طرح پورا کرتے تھے اور مخلوق کو راحت و آرام پہنچانے کے لئے ان کی جدوجہد ہزار گونہ انداز میں ہوتی تھی۔

پل ہر خیر میں شر کا پہلو اور ہر اٹھنے والے شر میں سامان خیر اس دنیا کی کچھ ایسی حقیقت ہے کہ ہر انسان کے مشاہدہ میں آئی ہوگی یہی پانی جو حیوانی زندگی کا بڑی حد تک مدار ہے جس سے صبح سے شام تک ہم ہزار ہا قسم کے فائدے اٹھاتے ہیں اور سینکڑوں طریقہ پر اس کے استعمال کی ہم کو ضرورت پڑتی ہے خداوند تعالیٰ کی بے کراں رحمتوں کا یہی خزانہ کبھی طوفانی شکل میں شہروں کو غرقاب کر دیتا ہے۔ ہلاکت خیز سیلاب کی صورت میں اٹھتا ہے تو ہزاروں اور لاکھوں انسان اس کی موجوں پر تنکوں کی طرح بہتے ہوئے اپنی زندگی کی پوری عمارت کے ساتھ گہرائیوں میں جا بیٹھتے ہیں۔ بستیاں اجڑ جاتی ہیں اور سینکڑوں حیوانات اور مویشی، مال و دولت کے انبار اس کے طوفانی تموج کی نذر ہو جاتے ہیں۔ دوسرے ملکوں کو چھوڑیئے خود اسی ہندوستان میں ہر سال آنے والے سیلاب اپنے ساتھ تباہی و ہلاکت کے کیا سامان لاتے ہیں، ان کی تفصیلات ہر روز ہم سنتے ہی رہتے ہیں۔ مسلمانوں نے اپنے ارتقائی دور میں، جس طرح سینکڑوں نہریں کھود ڈالیں۔ ہزار ہا چشمے تیار کر دیئے، تالاب و حوض کا جال بچھا دیا، کنوئیں اور جھیل بنا ڈالے۔ پانی کے انہی خزانوں سے آنے

والی بربادی وتباہی کا بھی انھوں نے مقابلہ کیا، کہیں بند باندھ کر حفاظتی اقدامات کئے پشتے لگاکر محفوظ رہنے کی کوشش کی۔ پلوں کی تعمیر میں کروڑہاکروڑ کی رقم صرف کرکے، سیلاب وطوفان سے بچنے کی موثر تدابیر کیں اور اس طرح شہروں، قریوں کو تباہی اور انسانوں کو ہلاکت سے محفوظ کرنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ ان حفاظتی اقدامات میں ہم سب سے پہلے ان پلوں کا ذکر کرتے ہیں جو رفاہِ خلق کے لئے مسلمانوں نے جابجا بنوائے۔ سنجہ سنج کے قریب ایک چھوٹی سی بستی ہے تراشیدہ پتھروں سے اس کے قریب ایک پل تیار کیا گیا جس میں کمال یہ تھا کہ کمانیں بھی بنائی گئیں۔ ادریسی نے اس پل کے متعلق بیان کرتے ہوئے لکھاہے کہ یہ پل

"پلوں میں اعجوبہ روزگار سمجھا جاتا ہے اور بڑے پلوں میں اس کا شمار ہے پورے فرات کے عرض پر پھیلا ہوا پل ہے" ص۲

اصطخری اور ابن حوقل دونوں اس پل کے متعلق اپنا تاثریہ بیان کرتے ہیں کہ

"اس سے زیادہ خوب صورت پل اسلامی دنیا میں نہ ہوگا یہ عجائبات زمانہ میں داخل ہے"

(اصطخری ص۷۲ ابن حوقل ص۱۲۰)

اور سنجہ جیساکہ انہی مورخین کا بیان ہے ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ لیکن اسی بے رونق آبادی میں دنیائے اسلام کا سب سے زیادہ حسین وخوب صورت پل کروڑوں کی رقم سے تعمیر کرکے کھڑا کردیا گیا، مسلمان جس انداز میں رفاہِ خلق کے کام انجام دیتے تھے اس کے لئے ایسے مواقع کی تلاش جہاں سے رفاہیت کے ان کارناموں کی شہرت ہو اس کے منتظر اور ضرورت مند نہیں تھے۔

جسر الولید اذنہ کے راستے میں المصیصہ سے ۹ میل پرہے ۱۲۵ھ میں

"ولید بن یزید بن عبد الملک نے تعمیر کرایا تھا" (فتوح البلدان جلد ۱ ص۲۷۶)

المصیصہ میں اسی پل کے متعلق ابن حوقل ذرا تفصیل سے بتاتا ہے

"مصیصہ[1] دراصل دو شہروں کا مجموعہ ہے ایک کا نام تو مصیصہ ہے اور دوسرے کو کفربیا کہتے ہیں

---

[1] مصیصہ اور کفربیا دونوں مسلمانوں کے آباد کیے ہوئے ہیں۔ عبد الملک بن مروان نے اپنے بیٹے عبد اللہ کے ہاتھوں

جیحان دریا کے دونوں کناروں پر یہ دونوں چھاؤنیاں آباد ہیں۔ دونوں کو ایک سنگین پل کے ذریعہ سے متصل کر دیا گیا ہے دونوں کے دونوں بڑے مستحکم اور مضبوط ہیں۔ محلِ وقوع ان کا ایک بلند قطعۂ آراضی ہے، جامع مسجد میں بیٹھ کر آدمی جب سامنے سمندر کی طرف دیکھتا ہے تو قریب قریب بارہ میل تک نظر سمندر کی سطح پر پھیل جاتی ہے" (ابن حوقل صـ۱۲۲)

قنطرۃ الکوفہ، عمر بن ھبیرہ بن معیتہ الفزاری نے اپنی ولایت عراق کے زمانہ میں کوفہ کا یہ پل بنوایا پھر خالد بن عبد اللہ القسری نے اس کو درست کرایا۔

دجلہ پر پل | خالد بن عبد اللہ القسری نے ہشام بن عبد الملک سے اس پل کی اجازت طلب کی۔ ہشام نے لکھا کہ اگر یہ ممکن ہوتا تو ایرانی پہلے ہی بنا لیتے، مگر خالد نے پھر لکھا تو ہشام نے جواب دیا اگر تجھے یقین ہے کہ اس کام میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے تو بنا لے۔

"خالد نے بنوایا اور اس پر بہت خرچ کیا" (فتوح البلدان ۱۲۷)

لیکن زیادہ مدت نہ گذرنے پائی کہ بہاؤ نے پل کو توڑ دیا اور ہشام نے خالد سے تاوان لے کر چھوڑا۔ اسی طرح المنصور نے القراۃ پر ایک نیا پل بنوایا۔ دمشق جہاں نہروں اور ندیوں کا جال بچھا ہوا ہے تمام ندیوں کی تفصیل بتانے کے بعد جی لی اسٹرینج لکھتا ہے

"ندی کی شاخیں سارے شہر میں پھیلی ہوئی ہیں اور اس کی بڑی دھار پر ایک پل ہے جس پر سے لوگ آتے جاتے ہیں" (بلاد فلسطین و شام صـ۲۸۶)

حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی کثرت سے پل تیار ہوئے جیسا کہ اسی کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا ہے

عہ ۱۳۷ھ میں مصیصہ میں ایک قلعہ بھی تعمیر کیا اور گو قریباً کی ابتدا المہدی کی خلافت میں ہو چکی تھی لیکن تکمیل رشید کے دور خلافت میں ہوئی۔ یہی مصیصہ ایک تباہ کن زلزلہ میں اپنی بنیادوں پر آ پڑا تھا۔ منصور نے ۱۳۹ھ میں اس کو دوبارہ آباد کرنے کا حکم دیا اور اس کی فصیل جو زلزلے سے کھیل کھیل ہو گئی تھی تیار کرا کر شہر والوں کو آباد کیا، منصور نے یہاں ایک ہزار آدمیوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ کثرت سے شہروں کو آباد کرنے میں بھی مسلمانوں نے جو دلچسپی لی اس کی داستان بھی بہت طویل ہے۔

"دریاؤں کے پل بنائے گئے" (تاریخ امت ص۱۸۲ ج۲)

ہلال بن الحسن الصابی نے اپنی کتاب تحفۃ الامراء میں معتضد کے یومیہ اخراجات کی جو تفصیل دی ہے اس میں بتایا ہے کہ

"پلوں کی تعمیر پر خرچ کا اندازہ روزانہ دس دینار ہے" (تاریخ امت ص۶ ج۲)

بہر حال اسلامی دور میں رفاہِ خلق کے لئے جو پلوں کی تعمیر ہوئی یہ اس کا سرسری نقشہ ہے بلاشبہ مسلمانوں کے عہد حکمرانی میں سینکڑوں پلوں کی تعمیر ہوئی جن کی تفصیل قصداً نہیں کی گئی ہیں تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ رفاہیت عامہ کے پھیلے ہوتے کاموں کی نوعیت آپ کی سمجھ میں آجائے۔ اس مقصد کے لئے یہ مختصر تفصیل انشاء اللہ کافی ہوگی۔

بند مسلمانوں کی تاریخ میں، بندوں کا بھی ذکر بڑی کثرت سے ملتا ہے اور اکثر و بیشتر حکمرانوں کے تذکرے میں مورخ لکھتے ہیں کہ ان کے عہد میں زر کثیر صرف کر کے بند تیار کرائے گئے چناں چہ امیر معاویہ کے متعلق اطلاع دی گئی ہے

"پہاڑوں کی گھاٹیوں میں جہاں پانی جمع ہوتا تھا بند بندھوائے گئے" (تاریخ امت ص۱۲۷ ج۲)

بصرہ میں بڑا بند بھی اسلامی عہد کی یادگار ہے ۱۴۲ھ میں المنصور جب بصرہ پہنچا ہے تو اس نے بڑے بند کے قریب اپنے لئے ایک محل تیار کرایا اور دوسری مرتبہ مصلیٰ بنوایا۔ اسی کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا ہے

"بڑا بند اسلامی عہد کا تیار کردہ ہے" (فتوح البلدان ص۱ ج۱)

البطیحہ میں سلیمان نے قندل نامی مقام پر ایک بند بندھوایا تھا جس کی وجہ سے

"نہر دیر کی طرف پانی کا بہاؤ رک گیا اور ان کی نہر کا پانی تبدیل ہو گیا" (ایضاً ص۷۲)

مکہ کے وہ چار مشہور سیلاب جن کا ذکر عموماً تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے ان میں سے ایک سیلاب ام نہشل تھا یہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آیا تھا اور اس میں پانی اتنا بڑھ آیا تھا کہ مکہ کے بالائی حصہ کی طرف سے مسجد میں داخل ہو گیا تھا اس لئے

"حضرت عمرؓ نے اس کے لئے دو بند تعمیر کرائے ایک اوپر اور دوسرا نیچے، ممارین کے پاس" (فتوح البلدان ص۵۳ جلد ۱)

پھر دوسرا سیلاب الجراف سنہ ۸۰ھ میں عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں آیا یہ سیلاب پیر کے دن صبح کے وقت آیا اور حاجیوں کو مع ان کے سامان کے بہا کر لے گیا اور کعبہ کو گھیر لیا عبدالملک نے عبداللہ بن سفیان المخزومی کو جو مکہ میں ان کا عامل تھا حکم دیا

"وادی کے کنارے جو مکانات موجود ہیں ان کے اور مسجد حرام کے گرد بے گارے کے بند بندھوا اور کوچوں کے نکڑوں پر پشتے بندھواؤ تاکہ لوگوں کے گھر سیلاب کی تباہی سے محفوظ رہ جائیں۔ (ایضاً ص۱۷۳)

گویا کہ سیلاب کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہنے کے لئے بند اور پشتوں کے بنانے کا انتظام مسلمان حکمرانوں کی طرف سے ہوتا ان کی تاریخ میں جس طرح بندوں کا ذکر آتا ہے اسی طرح کثرت سے اس کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے پشتے بنا کر، موثر حفاظتی اقدامات بھی کئے تھے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ اس قسم کے رفاہی کاموں پر کروڑہا کروڑ کی رقم صرف ہوتی تھی لیکن مسلمان رفاہِ خلق کے ان تمام امور پر بڑے حوصلہ کے ساتھ خرچ کرتے تھے، ارتقائی و تمدنی دور میں مسلمانوں کے یہ کارنامے زندہ جاوید نظر آتے ہیں۔

سڑکیں | مسافروں اور راہ گیروں کے لئے مصفّٰی اور ہموار سڑکوں کا طویل جال مسلمانوں نے بچھایا بلکہ نہ صرف شستہ و رفتہ سڑکیں ہی تیار کیں، بلکہ سڑکوں کے دونوں جانب سایہ دار درختوں کو لگایا گیا تاکہ آنے جانے والے مسافر آرام و راحت کے ساتھ اپنا سفر طے کر سکیں، سڑکوں پر جا بجا ایسے عارضی مکانات تیار کرائے جن میں مسافر تھک کر اگر چاہیں تو آرام کر سکیں اور تھوڑی دیر سستا کر پھر اپنا سفر شروع کر دیں۔ بلکہ رفاہِ عام سے زیادہ دلچسپی رکھنے والے بعض اولوالعزم حکمرانوں نے تو کھانے پینے کی حد تک مسافروں کے لئے ضروری سہولتوں کا انتظام کیا تھا جیسا کہ تفصیلات سے معلوم ہوگا مسلمانوں نے سڑکوں کے بنانے میں ہمیشہ وسعت و کشادگی ملحوظ رکھی تاکہ تنگ سڑکوں پر سفر کرنے کی دشواری سے لوگ محفوظ رہیں، کوفہ کی آبادی کے سلسلہ میں مورخ نے جہاں دوسرے معلومات بہم پہنچائے اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے

"بڑی بڑی سڑکیں چالیس ہاتھ، درمیانی تیس تیس ہاتھ، اس سے چھوٹی بیس ہاتھ اور گلیاں

سات ہاتھ عرض کی رکھی گئیں" (تاریخ امت ص۱۷۲)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان سڑکوں کو تنگ بنانے کے بجائے آرام و راحت کے پیش نظر وسیع و کشادہ بناتے تھے کوفہ[عہ] جیسا کہ معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں آباد ہوا۔

ولید اول کے متعلق مصنف نے یہ لکھتے ہوئے کہ اس کو رفاہ عام کے کاموں سے بہت دلچسپی تھی لکھا ہے

"اس نے تمام اسلامی صوبوں میں سڑکیں نکلوائیں" (ایضاً ص۱۷۲)

اور اس کے ساتھ اسی ولید نے تمام سڑکوں پر مسافروں کی سہولت کے لئے کنوئیں بھی کھدوائے تھے جیسا کہ اس کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا ہے

"اور ان میں جہاں جہاں ضرورت دیکھی کنوئیں بنوائے" (ایضاً)

اسی طرح مہدی کے متعلق بھی لکھا ہے کہ اس نے

"ہر ہر منزل پر کنوئیں کھدوا کر ان کے متصل حوض بنوا دیے اور حکم دیا کہ یہ ہمیشہ بھرے رکھے جائیں تاکہ گذرنے والوں کو بہ آسانی پانی مل سکے" (ایضاً ص۱۸۴)

بلکہ مسلمانوں نے راہ گیروں کی سہولت کا اس درجہ لحاظ رکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب اپنا آدمی اس علاقہ میں روانہ کیا جس کو نہر الفرات سیراب کرتی ہے تو وہاں کے باشندوں کے لئے جو حکمنامہ لکھا تھا اس میں یہ بھی درج تھا

"کھجوروں کے ایسے تمام درختوں پر جو گاؤں سے باہر ہوں اور جن کے پھل راہ گیر کھاتے ہوں یونہی رہنے دو" (فتوح البلدان ص۲۶۸)

سڑکوں کی درستگی بہر حال مسلمانوں نے سڑکیں بھی بنوائیں اور اپنی ان تمام سہولتوں کا بھی اہتمام

عہ اسی کوفہ میں دو سو گز لمبا سائبان بھی بنایا گیا تھا جس میں سنگ سرخ کے ستون ایوانِ کسریٰ سے لاکر لگائے گئے تھے باوجودیکہ ان ستونوں کا کوئی وارث نہیں تھا پھر بھی عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی قیمت ایرانیوں کے جزیہ میں مجرا کر دی تھی مسلمانوں کی یہی صفائی معاملات اور احتیاط پسندی، سینکڑوں لوگوں کو خود بخود اسلام کی طرف متوجہ کر دیتی تھی"

کیا جو عام طور پر راہ گیروں کے لئے مطلوب ہوتی ہیں کچھ تفصیلات اس سلسلہ کی ہم نے پیش کیں اور کچھ اور پیش کی جائیں گی۔ جس طرح مسلمان سڑکیں نکلواتے تھے تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اسی طرح ان کی درستگی کا بھی بے حد خیال رکھا جاتا تھا چنانچہ اسی ولید اول نے جس کے رفاہِ عام کے کچھ کارنامے ابھی گذرے اس کی تاریخ میں یہ بھی مورخ لکھتا ہے

"تخت نشینی کے تیسرے سال یعنی ۸۸ھ میں تمام ممالک محروسہ میں سڑکیں درست کرائیں اور ان پر میل نصب کرائے۔" (تاریخ اسلام ج۲ ص۱۸۱)

مہدی کا مورخ رقمطراز ہے

"قادسیہ سے زبالہ تک سفاح کے زمانہ میں جو راستہ بنوایا گیا تھا وہ خراب ہو گیا تھا اس کو درست کرایا اور اس میں جو سرائیں تھیں ان کی مرمت کرائی۔" (تاریخ امت جلد ۴ ص ۸۰)

ولید جس کے رفاہِ عام سے متعلق دلچسپی کی شہادت مورخین باتفاق دیتے چلے آئے ہیں اس نے تو نہ صرف یہ ہے کہ عام سڑکوں کو درست کرایا بلکہ پہاڑوں کے دشوار گذار راستوں تک کی ہمواری اور درستگی کا اس کو اہتمام تھا چنانچہ اسی کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا گیا ہے

"اسی سال ولید نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور دوسرے عُمّال کو لکھا کہ پہاڑوں کے دشوار گذار راستے درست اور ہموار کئے جائیں۔" (سیرت عمر بن عبدالعزیز ص۱)

بہر حال تاریخ کے طول وطویل دفاتر سے یہ چند مثالیں پیش کر دی گئی ہیں تاکہ کم از کم قارئین کو اتنا معلوم ہو جائے کہ سڑکوں کی درستگی اور ان کی ہمواری کا مسلمانوں کو کس درجہ اہتمام تھا۔ پیش کی ہوئی ان چند مثالوں سے یہ سمجھ لینا کہ بس رفاہِ عام کے اس شعبہ میں مسلمانوں کے یہ دو چار ہی کارنامے ہیں قطعاً غلط ہوگا۔ مضمون نگار بھی اگر چاہتا تو اس تخیل کی ناہمواری پر تاریخ سے بہت سی شہادتیں پیش کر دیتا۔ لیکن اس مضمون میں اختصار کا جو پہلو مطلوب ہے اس کی وجہ سے مزید مثالوں کے پیش کرنے سے قاصر ہوں۔

(باقی آئندہ)